# فتاویٰ نویسی میں مسلم علماء کا کردار

☆ڈاکٹر عبدالقادر بزدار
☆☆محمد انس حسان


## Abstract

Issuing decrees (fatawas) is a job which demands a serious responsibility because a 'mufti' serves as the vice/deputy of the Interpreter (Shara'h) of the tenets of Islam in religious matters for the convenience and guidance of the people. Keeping in view its significance, writing and issuing decrees was considered as an independent discipline (Branch of learning) and its rules and regulations were framed, developed and organized. This discipline has been significant in Muslim society throughout history for solving religious and mundane (worldly) problems and issues related to modern life. Since the period of the Holy Prophet(PBUH), the Muslim scholars have performed the duty of writing and issuing decrees very diligently and have discussed and debated in detail its principles, prerequisites, preconditions, modes and manners.

These decrees (Fatawas) invariably reflect the economic, social, political and cultural problems of the Muslim society of the age. They reveal to us which issues were faced in certain circumstances by the people of a certain community in a specific period of history and at some specific place in the world. They also expose the nature of social and cultural transitions (changes) along with scholarly and intellectual differences. They tell us how the Muslim scholars approached and dealt those issues and which tenets they kept in mind and followed what effects


☆اسسٹنٹ پروفیسر، پوسٹ گریجوایٹ سنٹر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان، پاکستان
☆☆لیکچرر اسلامیات، گورنمنٹ کالج، جہانیاں

these decrees(Fatawas)left on the Muslim society and how much deeptheseeffects were. This is a this very era.

The Colonial period of The English diverted the attention of the Arab countries to juristic legislation and the tradition of writing and issuing decrees (Fatawas) started in the sub-continent after the fourth century. The Muslim rulers of India had a keen interest in Islamic jurisprudence. Most of the decrees (Fatawas) compiled in the sub-continent were of Hanfi scholars but in the southern India some decrees (Fatawas) of Shaafi scholars are also available. In the second half of the twentieth century, the Muslims countries felt that the country laws should be reviewed in the light of the Holy Quran and the Sunn'h and in this connection many institutions came into existence. In the present paper, the role of Muslim scholars, jurists and intellectuals in writing and issuing decrees (Fatawas) has been briefly and analytically researched.

فتویٰ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی ہے جوان، لڑکا اور خادم وغیرہ۔(1) جبکہ اصطلاح میں پیش آمدہ واقعات کے بارے میں دریافت کرنے والے کو دلیل شرعی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں خبر دینے کو فتویٰ کہتے ہیں۔(2) فتویٰ لغوی اعتبار سے اسم مصدر ہے اور اس کی جمع ''فتاویٰ'' ہے۔اس کا مادہ (ف۔ت۔ی) ہے اور یہ لفظ باب تفعل، باب تفعیل اور باب تفاعل میں استعمال ہوتا ہے۔

قرآنِ کریم میں لفظ فتویٰ اپنے مشتقات کے اعتبار سے 21 مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ان میں سے 10 مقامات پر تو یہ لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے جبکہ 11 مقامات پر یہ لفظ تحقیق وتدقیق کے معنوں میں آیا ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ان احادیث مبارکہ میں یہ لفظ اپنے اصطلاحی معنوں میں مستعمل ہے۔

فتویٰ دینے والے شخص کو مفتی (3) فتویٰ لینے والے کو مستفتی (4) اور پوچھے گئے سوال کو استفتاء کہتے ہیں۔(5)

فتویٰ ایک اہم ذمہ داری ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مفتی شارع کے نائب کی حیثیت سے دینی معاملات میں لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر فتویٰ نویسی کے اصول وقواعد کو باقاعدہ فن کی شکل دی گئی اور اس فن کو ''رسم المفتی'' کہتے ہیں۔

فتویٰ مسلم معاشرہ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔اس کی اساس قرآن کریم کی درج ذیل آیت ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (6)

ترجمہ: ''اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھ لو''۔

اسی طرح فتویٰ دینے والے کو قرآن کریم نے یہ اصول دیا ہے کہ:

اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا (7)

ترجمہ: ''اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو''۔

دلائل شریعہ کی روشنی میں مسائل کے حل کی تلاش کو قرآن کریم نے مسلمانوں کی اہم ذمہ داری قرار دیا ہے۔

فَلَوۡ لَا نَفَرَ مِنۡ كُلِّ فِرۡقَةٍ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ (8)

ترجمہ: ''چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو دین میں تفقہ حاصل کرے۔''

قرآن کریم نے نبی کریم ﷺ کی ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (9)

ترجمہ: ''آپؐ بیان کر دیجیے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو ان کی طرف نازل کی گئی''۔

یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرہ میں فتویٰ نویسی کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ چونکہ ایک مسلمان کو دینی اور دنیاوی معاملات میں جدید مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے مسلم معاشرہ میں اس کی موجودگی از بس ضروری ہو جاتی ہے۔ نبی کریمؐ کے دور سے لیکر اب تک علماء نے اس اہم ذمہ داری کو نبھایا ہے اور اس کے اصول، شرائط اور آداب پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اس عمل میں عورتیں، غلام اور گونگے بہرے لوگ بھی شامل رہے ہیں۔ چنانچہ ابن الصلاح کے مطابق افتاء کے لئے مرد ہونا ضروری نہیں بلکہ مرد، عورت، غلام حتیٰ کہ گونگا شخص بھی فتویٰ دے سکتا ہے۔(10) چنانچہ نبی کریمؐ کے زمانے میں ازواج مطہرات فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ شیخ سعید فائز الدخیل نے حضرت عائشہؓ کے تمام فتاویٰ جات کو کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔(11) فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''بدائع الصنائع'' کے مولف علامہ علاؤ الدین کاسانی کی اہلیہ فاطمہ فتویٰ دیا کرتی تھیں۔(12) اسی طرح ڈاکٹر عمر رضا کحالہ نے ''اعلام النساء'' میں فتویٰ دینے والی عورتوں کی کافی تفصیل فراہم کی ہے۔(13)

مفتی اور قاضی کو عام طور پر مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن ان میں فرق ہے۔ شیخ وہبۃ الزحیلی کے مطابق مفتی اور قاضی میں محض اتنا فرق ہے کہ:

''مفتی اطلاع دینے والا اور قاضی اسے لازم کرنے والا ہوتا ہے''۔(14)

چنانچہ مفتی کے فتویٰ کی حیثیت عمومی ہوتی ہے جبکہ قاضی کا فیصلہ ایک خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے۔ لیکن یہ دونوں خوبیاں ایک شخص میں اکٹھی بھی ہوسکتی ہیں۔ جیسا کہ عہد صحابہ میں بعض صحابہ فتویٰ بھی دیتے تھے اور قاضی بھی تھے۔

فتاویٰ دراصل مسلم معاشرہ کے اقتصادی، معاشی، سیاسی اور سماجی مسائل کے عکاس ہوتے ہیں۔ ان سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک مخصوص معاشرہ کے لوگ ایک مخصوص وقت اور حالات میں کن مسائل کا شکار تھے؟ معاشرتی تغیرات اور علمی وفکری اختلافات کی نوعیت کیا تھی؟ ان مسائل کے حل کے لئے اس دور کے اہل علم نے کس نہج پر سوچ و بچار کی اور کن اصولوں کو پیش نظر رکھا؟ نیز ان

فتاویٰ نے مسلم معاشرہ پر کتنے گہرے اثرات مرتب کیے؟ چنانچہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام مالک، ابن تیمیہؒ اور برصغیر میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کے فتاویٰ نے مسلم معاشرہ پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ بہت سے علماء کے فتاویٰ انقلابی اور فکری تحریکات کا باعث بنے۔

تاہم فتاویٰ مسلم معاشرہ میں فکری انتشار کا باعث بھی بنے اور یہ عمل برصغیر میں مسلمانوں کے زوال کے بعد شروع ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بارہ سو سال میں اتنے فتاویٰ نہیں دیے گئے جتنے برصغیر کے دوسو سالہ غلامی کے زمانے میں فتوے جاری کیے گئے۔ اس دور میں ہمیں فتاویٰ میں شدت پسندی نیز مسلکی و سیاسی تکفیر کا عنصر بڑا واضح طور پر نظر آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے عہد میں فقہ و فتاویٰ سے متعلق جملہ امور آپؐ کی ذات سے وابستہ تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو اہل اسلام آنحضرت ﷺ کی طرف رجوع کرتے کیونکہ جملہ امور میں آپؐ ہی شارعِ اسلام اور مرجع خلائق تھے۔

صحابہ کرامؓ ہر اہم مسئلہ میں آپؐ کی جانب متوجہ ہوتے۔ صحابہ کرامؓ کے ان سوالات کے جوابات اکثر قرآنی آیات کی صورت میں نازل ہوئے۔ اس حوالہ سے قرآن کریم نے درج ذیل اصطلاحات استعمال کی ہیں۔

یَسۡتَفۡتُوۡنَکَ ”آپؐ سے فتویٰ پوچھتے ہیں“۔

یَسۡئَلُوۡنَکَ ”آپؐ سے سوال کرتے ہیں“۔

قرآن کریم میں یہ الفاظ 17 مختلف مقامات پر استعمال ہوئے ہیں۔ (15) جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ان پوچھے گئے امور کی وضاحت بھی دراصل آپؐ کے فرضِ منصبی میں شامل تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ (16)

ترجمہ: ”آپؐ بیان کر دیجیے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے“۔

بعض اوقات صحابہ کرامؓ کے سوالات کے جوابات نبی کریمؐ اپنے ارشادات سے بھی دیتے تھے۔ چنانچہ کتبِ حدیث اور کتب سیرت میں ان پوچھے گئے سوالات کے جوابات ملتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے عہد میں تحریری و تقریری ہر دو طرح سے فتویٰ دیا جاتا تھا۔ (17) بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ آپؐ پوچھنے والے کو کہتے کہ جاؤ یہ ابوبکرؓ سے پوچھو۔ (18) حضرت عمرؓ نے ایک بدوی کو اس بناء پر قتل کر دیا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے فتویٰ لے کر دوبارہ حضرت عمرؓ سے اس پر نظر ثانی چاہتا تھا۔

علماء کرام نے نبی کریم ﷺ کے فتاویٰ کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم جوزی نے اپنی کتاب ”اعلام الموقعین“ میں نبی کریمؐ کے بارہ سو (1200) فتاویٰ کو جمع کیا ہے۔ (19) اسی طرح مولانا سید اصغر حسین دیوبندی نے ”فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی“ میں نبی کریمؐ کے کل ایک سو بیس (120) فتاویٰ مع ترجمہ اکٹھے کیے ہیں۔ (20)

نبی کریمؐ کے عہد کے ان فتاویٰ پر علامہ ابن قیم کا تبصرہ یہ ہے کہ:

> ”آپؐ کے فتوے جامع احکام اور فیصلہ کن ارشادات پر محیط ہوا کرتے تھے۔
> یقیناً پیروی کے اعتبار سے کتاب اللہ کے بعد دوسرا درجہ آپؐ کے فتاویٰ کا ہے اور

مومنین کے لئے کسی بھی صورت میں ان سے انحراف ممکن نہیں''۔(21)

آج کل فتویٰ دینے کا جو طریقہ ہمارے ہاں رائج ہے وہ صرف جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی صراحت کر دینے کا نام ہے لیکن نبی کریمؐ کا اسلوب افتاء اس سے مختلف تھا۔ اگرچہ آپؐ کا قول بذات خود حجت تھا مگر آپ پیش آمدہ مشکلات کے حل کی وضاحت اور اس کی علت بھی بتا دیتے تھے۔ اس حوالہ سے شیخ محمد شفیق العانی فرماتے ہیں:

> ''رسول اللہ ﷺ نے جو فتاویٰ اپنی زندگی میں صادر فرمائے۔ وہ جامع ترین احکام پر مشتمل تھے اور فروعی مسائل کے استنباط کے سلسلے میں سرچشمہ کی حیثیت رکھتے تھے''۔(22)

نبی کریمؐ کے بعد صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفاء راشدین کا عہد فتویٰ نویسی کے حوالے سے اہم ہے۔ خلفاء راشدین کے ان احکامات، مکاتیب اور فتاویٰ جات کو پروفیسر خورشید احمد فاروق نے چار الگ الگ جلدات میں شائع کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ میں جو لوگ فتویٰ دیا کرتے تھے ان کی مجموعی تعداد ایک سو تیس (130) سے بھی زائد ہے۔(23) ان میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ لیکن ان جملہ صحابہ کرام میں سات لوگوں کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی جو درج ذیل ہی ان سات اصحاب رسول میں سے بھی تین حضرات کے تلامذہ واصحاب نے ان کے فقہی مسلک کی نشر و اشاعت کی جو درج ذیل ہیں۔

1) سعید بن مسیّب
2) عروہ بن زبیر
3) قبیصہ بن ذویب
4) خارجہ بن زید
5) سلیمان بن یسار
6) ابان بن عثمان
7) عبداللہ بن عبداللہ
8) قاسم بن محمد
9) سالم بن عبداللہ
10) ابوبکر بن عبدالرحمٰن
11) طلحہ بن عبدالرحمٰن
12) نافع بن جبیر

1) عطاء بن رباح
2) طاؤس بن کیسان
3) مجاہد بن جبیر
4) جابر بن زید
5) عکرمہ
6) سعید بن جبیر
7) عمرو بن دینار
8) ابن جریج
9) سفیان بن عیینہ

1) علقمہ بن قیس
2) اسود بن یزید
3) مسروق بن اجدع
4) عبید سلیمانی
5) حارث بن قیس
6) عمرو بن شرحبیل

ان حضرات نے صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ کی روشنی میں فتویٰ نویسی کی۔ ان تمام حضرات کے بکھرے ہوئے فتاویٰ کو جمع کرنے کی

ضرورت ہے۔

صحابہ کرامؓ کے دور میں کئی جدید مسائل سامنے آئے جن پر غور وخوض کی ضرورت محسوس ہوئی۔اس دور میں قرآن وسنت کے علاوہ اجماع اور قیاس کا اضافہ ہوااوراجماع کو منظّم شکل دی گئی اور رائے کے استعمال کے لیے فقہی قواعد واصول منضبط ہوئے۔

اس دور میں فتووں کے حوالے سے صحابہ کرامؓ میں اختلاف بھی رونما ہوا۔مولانا تقی امینی نے صحابہ کرامؓ کے اختلافات کے درج ذیل اسباب بیان فرمائے ہیں۔

(1) قرآن کریم کو سمجھنے میں اختلاف

(2) حدیث کی لاعلمی کی وجہ سے اختلاف

(3) حدیث کے قبول کرنے میں اختلاف

(4) رائے کی وجہ سے اختلاف (24)

صحابہ کرامؓ میں چار طرح کے لوگ تھے۔

**پہلا طبقہ:** صحابہ کرامؓ کا پہلا طبقہ وہ ہے جن سے بہت زیادہ فقہی مسائل منسوب ہیں۔یہ حضرات خلفاء راشدین ہیں۔

**دوسرا طبقہ:** یہ طبقہ متخصصین کا ہے۔اس طبقہ کو فقہی حوالے سے بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ان میں معاذ بن جبل،ابوموسیٰ اشعری اور زید بن ثابت وغیرہ شامل ہیں۔

**تیسرا طبقہ:** یہ طبقہ مکثرین کا ہے یعنی جن سے بہت زیادہ اجتہادات اور فتاویٰ منقول ہیں۔

**چوتھا طبقہ:** یہ طبقہ مقلین کا ہے۔ان لوگوں سے بہت کم فتاویٰ منقول ہیں۔(25)

اس دور میں استنباط صرف ان فتووں تک محدود تھا جو وہ لوگ دیتے تھے جن سے کسی واقعہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا۔یہ لوگ مسائل کے اثبات اوران کے جوابات میں بہت زیادہ پاؤں نہیں پھیلاتے تھے بلکہ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔اور جب تک کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوجاتا اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہیں کرتے تھے۔البتہ جب مسئلہ پیدا ہوجاتا تھا تو اس کے لئے استنباط حکم میں اجتہاد کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ کبار صحابہؓ سے جو فتوے منقول ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔

صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ کے حوالے سے علامہ خضری لکھتے ہیں کہ:

> ’’اس دور میں فتاویٰ زیادہ تر زبانی روایت ہوتے رہے۔لیکن بعض فتاویٰ تحریر میں بھی آئے،جن میں سے بعض تو وہ تھے جو خلفاء راشدین کے سرکاری احکام کی شکل میں قلمبند ہوکر مختلف دیار وامصار کو ارسال ہوتے رہے اور بعض فتاویٰ انفرادی کوششوں سے بھی قلمبند کیے گئے‘‘(26)

صحابہ کرامؓ فتویٰ نویسی میں کمال احتیاط ملحوظ رکھتے تھے۔وہ اپنی رائے کا اظہار کم سے کم کرتے تھے۔ہر مسئلہ قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور آتا ہے۔اس دور میں منصب افتاء اجلہ تابعین کے سپرد رہا۔ان میں سے بعض تو ایسے بزرگ بھی تھے جو صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں بھی فتویٰ دیتے تھے۔مثلاً سعید بن المسیبؒ اور سعید بن جبیرؒ وغیرہ۔(27)

تابعین اور تبع تابعین نے صحابہ کرامؓ کے فقہی افکار اور فتاویٰ کی روشنی میں اس کو باقاعدہ ایک فن کی شکل دیدی۔اسی دور میں صحابہ کرامؓ کے شاگردانِ رشید نے ان کی آراء اور فتاویٰ کو عام کیا اور بہت سے فقہی مکاتب و مالک وجود میں آئے۔اس دور کے بچ جانے والے فقہی مسالک کو مجتہدین کا دور کہا جاتا ہے۔جو درج ذیل ہیں۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| فقہ حنفی | (امام ابوحنیفہؒ) | فقہ جعفری | (امام جعفر صادقؒ) |
| فقہ شافعی | (امام شافعیؒ) | فقہ اباضی | (امام عبداللہ بن اباضؒ) |
| فقہ مالکی | (امام مالکؒ) | فقہ ظاہری | (امام داؤد ظاہریؒ) |
| فقہ حنبلی | (امام احمد بن حنبلؒ) | فقہ اوزاعی | (امام اوزاعیؒ) |

ان تمام حضرات میں سے محض چار فقہاء کو شہرت حاصل ہوئی۔

(1) امام ابوحنیفہؒ (80ھ-150ھ)

(2) امام شافعیؒ (150ھ-204ھ)

(3) امام مالکؒ (93ھ-179ھ)

(4) امام احمد بن حنبلؒ (164ھ-241ھ)

ان میں سے امام ابوحنیفہ نے فتویٰ نویسی کے حوالے سے اجتماعی رائے کو ترجیح دی۔انہوں نے چالیس فقہاء کی ایک مجلس قائم کی جو باہمی غور وخوض کے بعد مسئلہ کا حل تلاش کرتی اور پھر اس مسئلہ کو لکھ لیا جاتا۔امام صاحبؒ کی اس مجلس نے بڑی تعداد میں فتاویٰ اکھٹے کیے۔امام صاحبؒ کے دور میں کوفہ میں تین بڑے فقہیہ بھی موجود تھے جو درج ذیل ہیں۔

(1) سفیان بن سعید ثوریؒ

(2) شریک بن عبداللہ نخعی

(3) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ

ان حضرات سے فقہی آراء اور فتاویٰ کے حوالے سے امام صاحب کی علمی نوک جھوک چلتی رہتی تھی۔اس دور کی فتویٰ نویسی کے حوالے سے ان کے علمی اور فکری اختلافات اور دلائل و براہین دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔بہر حال امام صاحبؒ کے فقہی افکار میں تنوع اور گہرائی پائی جاتی ہے۔وہ ان مسائل پر بھی غور وفکر کرنے اور کسی نتیجہ میں پہنچنے کے عادی تھے جو ابھی معرض وجود میں ہی نہ آئے تھے۔

اگر چہ امام صاحبؒ کے متعدد شاگرد تھے مگر ان کے فقہی افکار ان کے درج ذیل چار شاگردوں کے ذریعے عام ہوئے۔

ان حضرات نے امام صاحبؒ کے فقہی افکار اور فتاویٰ کو مرتب کیا۔ مسائل کے استخراج اور فتویٰ نویسی کے اصول وقواعد کو منضبط کیا اور فقہ حنفی کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔

امام شافعیؒ نے بھی اصول فقہ کے موضوع پر پہلی کتاب ''الرسالۃ'' تحریر کی نیز اپنے فتاویٰ کو پہلے ''الحجہ'' اور پھر ''کتاب الام'' میں جمع کیا۔ امام شافعی کے انتقال سے چار سال قبل کے فتاویٰ ان کی کتاب ''الحجۃ'' میں منقول تھے جو نایاب ہے مگر بعد میں آپؒ نے اپنے قدیم فتاویٰ پر غور وفکر کیا اور انہیں ''کتاب الام'' کی چار جلدات میں لائے۔ ان کے پہلے فتاویٰ کو قول قدیم اور بعد کے فتاویٰ کو قول جدید کہتے ہیں۔ آپؒ کے فقہی افکار اور فتاویٰ کو درج ذیل شاگردوں نے عام کیا۔

امام مالک بھی حدیث اور فقہ کے امام تھے۔ ان کی کتاب ''الموطاء'' احادیث مبارکہ اور ان کے فقہی افکار کا مجموعہ ہے۔ وہ فتویٰ دینے کے حوالے سے اگرچہ بہت محتاط تھے مگر ان کے فتاویٰ کا کافی بڑا ذخیرہ محفوظ کرلیا گیا ہے۔ ان کے درج ذیل شاگردوں نے ان کے فقہی افکار اور فتاویٰ کو عام کیا۔

امام احمد بن حنبل نے اگرچہ مسند امام حنبل کی تدوین کی مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کے فقہی افکار کا ایک بڑا مجموعہ بھی ہے۔ امام صاحب اپنے اقوال وآراء اور فتاویٰ کے لکھنے کے سخت مخالف تھے مگر ان کے شاگرد جیش بن سندی نے دو جلدوں میں ان کے فتاویٰ اور مسائل جمع کیے اور ابوبکر خلال نے بھی ''الجامع الکبیر'' کی بیس (20) جلدات میں ان کے مسائل اکٹھے کیے۔ آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں۔

ائمہ مجتہدین کے دور میں فتویٰ نویسی کے حوالے سے اجتہاد سے کام لیا جاتا تھا۔ مسائل کی کثرت اور سلطنت کی وسعت نے جدید مسائل پر غور وخوض کرنے پر امادہ کیا۔ اصول فقہ کی تدوین بھی اسی دور میں ہوئی۔ اس دور میں قیاس اور استحسان کو ماخذ شریعت قرار دینے پر اختلاف ہوا۔ اسی اختلاف کے نتیجے میں اہل الرائے اور اہل الحدیث کے مکاتب وجود میں آئے۔ اول الذکر عقل اور قیاس کی بنیاد پر فتویٰ نویسی کرتے جبکہ موخر الذکر قیاس کی بجائے حدیث کو حجت سمجھتے تھے۔

ائمہ مجتہدین کے اس دور میں اگرچہ اختلافات سامنے آئے لیکن ان فقہی اختلافات میں اس درجہ شدت نہیں تھی کہ ایک دوسرے کی رائے کا احترام نہ کیا جائے۔ اس دور کے فتویٰ نویسی کی سب سے بڑی خوبی ہی یہ ہے کہ اس دور میں جمود وتقلید نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

ائمہ مجتہدین کے اس دور کے بعد فتویٰ نویسی کے حوالے سے جمود وتقلید کا ایک طویل عرصہ ہے۔ اس دور میں اجتہاد کی حرکت رک گئی اور علماء ائمہ مجتہدین کے دائروں میں محدود ہوکر رہ گئے۔ مفتیان وقت کی علمی سرگرمیاں شروحات اور تنقیحات تک محدود ہوکر رہ گئیں۔ اس موقع پر اسی دور کے عالم علامہ ابن قیمؒ بھی کہہ اٹھے:

> ''فقہ اسلامی میں بعض ایسی مشکلات، دقتیں اور لاینحل مسائل پیدا ہوگئے ہیں جو کسی بھی فلسفہ قانون کے شایان شان نہیں۔'' (28)

اس جمود وتقلید کو آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہؒ نے توڑا۔ علامہ ابنِ تیمیہ نے تقلید جامد کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ ان

کے فتاویٰ کو اس جمود کا کسی حد تک خاتمہ کیا۔امام ابن تیمیہؒ کے ان فتاویٰ کو سلطان سعود نے تیں (30) جلدات میں شائع کیا ہے۔(29)

امام بغویؒ نے اپنے فتاویٰ خود جمع کیے اور ان کی زندگی ہی میں قاضی حسین نے ان سے مزید فتاویٰ حاصل کیے اور ان پر تعلیقات لکھیں۔(30) اسی طرح علامہ سُبکی نے بھی دو جلدوں میں فتاویٰ اکٹھے کیے۔علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ''**الحاوی للفتاویٰ**'' کے نام سے اپنے فتاویٰ کتابی شکل میں جمع کیے۔اس دور کے فتاویٰ میں تجدید احیائے دین کے مسائل پر غور وخوض ہوا۔بروکلمان نے تاریخ ادبیات میں تیسری صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک کے ایک سو دو(102) عربی مجموعہ ہائے فتاوی کی فہرست دی ہے۔ (31)

اس کے بعد محمد بن عبدالوہاب نجدی، سید جمال الدین افغانی اور ان کے قابل قدر شاگرد شیخ مفتی محمد عبدہ اور ان کے شاگرد سید رشید رضا مصری نے اسے نئی جہتیں عطا کیں گئی۔

اس دور میں سلطنتِ عثمانیہ کے زیر سایہ ایک جامع فقہی کتاب مرتب کی گئی جس کا نام ''**مجلة الاحكام العدلیه**'' رکھا گیا۔ سلطنت عثمانیہ نے اسے ملکی قانون کے طور پر رائج کر دیا۔اس کتاب میں تمام فقہاء کے فقہی افکار سے استفادہ کیا گیا۔اس کا آغاز 1856ء میں ہوا اور 1876ء میں یہ کام مکمل ہوگیا۔اس کتاب کو سولہ حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور جملہ فقہی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی، یہ سلطنت عثمانیہ کا پہلا مدون اور کوڈ ڈ ینائنڈ سول لاء تھا جو فقہ اسلامی سے بالعموم اور فقہ حنفی سے بالخصوص ماخوذ تھا۔(32) اس کام کے بہت دوررس نتائج برآمد ہوئے اور فقہ اسلامی ایک جدید دور میں داخل ہوگئی۔اس حوالہ سے ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

> ''جب بیسویں صدی کا آغاز ہوا تو ''**مجلة الاحكام العدلیه**'' پوری سلطنت عثمانیہ کی حدود مشرقی یورپ کے کئی ممالک، ترکی، وسط ایشیاء کا کچھ حصہ، عراق، شام، فلسطین، لبنان، الجزائر، لیبیا، تیونس اور جزیرہ عرب کے بعض علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ 1876ء سے لے کر 1925ء تک کا زمانہ ''**مجلة الا حكام العدلیه**'' کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔''(33)

انگریز کے نوآبادیاتی نظام نے عرب ممالک کو فقہی قانون سازی پر توجہ دلائی۔چنانچہ استاد عبدالقادر عودہ نے ''**التشریع الجنائی الاسلامی**'' نامی کتاب لکھی۔اسی طرح استاد مصطفیٰ احمد زرقا نے بھی ایک زبردست کام کیا۔انہوں نے **الموسوعة الفقهیة**' نام کا فقہی انسائیکلوپیڈیا تیار کیا جسے پینتالیس (45) جلدات میں کویت کے وزارت اوقاف نے شائع کیا۔یہ کام چالیس سال کی محنت کے بعد مرتب ہوا۔اس کا اردو ترجمہ بھی ''اسلامی فقہ اکیڈمی''۔ بھارت سے شائع ہو رہا ہے۔اسی طرز کا ایک موسوعہ مصر نے بھی شائع کیا ہے جو دس (10) جلدات میں شائع ہوا ہے۔

خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے بعد اگر چہ "**مجلة الاحكام العدلية**" کا اثر کم ہو گیا مگر "فتاویٰ عالمگیری" کے بعد اس جیسا منظّم کام دوبارہ نہیں ہوا۔(34)

برصغیر میں فتویٰ نویسی کا اسلسلہ چوتھی صدی ہجری کے بعد شروع ہوا۔ جب اس براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو فتووں کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ جگہ جگہ مساجد و مدارس قائم ہوئے اور علماءِ کرام نے باقاعدہ فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ مسلمانوں سے غیر مسلموں نے بھی استفسارات کیے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے استفسارات کا حال بزرگ بن شہریار کی کتاب "عجائب الہند" سے معلوم ہوتا ہے۔(35)

پاک و ہند کے مسلمان بادشاہوں کو فقہ اسلامی سے خاص دلچسپی تھی۔ سلطان محمود غزنوی زبردست فقیہ تھے۔ اس نے "**التفريدفيالفروع**" نامی کتاب لکھی جس میں فتاویٰ اور فقہی مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔ اسی طرح ظہیر الدین بابر نے بھی اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی۔(36)

ان مسلمان بادشاہوں نے درج ذیل کتب فتاوی میں خصوصی دلچسپی لی اور یہ انہی کی مرہون منت ہیں۔

(1) فتاویٰ فیروز شاہی (2) فتاویٰ ابراہیم شاہی (3) فتاویٰ اکبر شاہی

(4) فتاویٰ عادل شاہی (5) فتاویٰ تاتارخانی (6) فتاویٰ عالمگیری

فتاویٰ عالمگیری کو ان سب میں زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب اصلاً عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔ بعد میں عالمگیر نے مولانا عبداللہ رومی سے اس کا فارسی ترجمہ کروایا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا امیر علی لکھنوی نے "فتاویٰ ہندیہ" کے نام سے کیا۔(37) ان فتاویٰ کی اہم بات یہ ہے کہ یہ فتاویٰ ایک آزاد ریاست میں اجتماعی مفادات اور ملکی قانون کے طور پر مرتب کیے گئے تھے۔ اس کے بعد برصغیر میں انگریزوں کے تسلط نے مسلم پرسنل لاء کی بنیاد رکھی۔ اس دور میں نجی فتووں کی بنیادیں بھی مضبوط ہوئیں۔ ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> "نجی فتووں کے زیادہ تر مجموعے اس وقت نظر آتے ہیں جب مسلمان دورِ غلامی میں داخل ہوئے چنانچہ 1857ء سے کچھ قبل اور بعد میں مختلف زبانوں میں عموماً اور اردو زبان میں خصوصاً اس قسم کے مجموعوں کا پتہ چلتا ہے"۔(38)

برصغیر پاک و ہند میں جو فتاویٰ مرتب ہوئے وہ اکثر حنفی علماء کے ہیں، اگر چہ جنوبی ہندوستان میں اس حوالے سے شافعی علماء کا بھی کام موجود ہے مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

ذیل میں ہم برصغیر کے چند علماء کے فتاویٰ کی فہرست دیتے ہیں۔

(1) فتاویٰ عزیزی (شاہ عبدالعزیز دہلوی) (2) مجموعۃ الفتاویٰ (عبدالحی لکھنوی)

(3) جامع الفتاویٰ (عبدالفتاح حسینی نقوی) (4) فتاویٰ مسعودی (مسعود شاہ دہلوی)

(5) فتاویٰ رشیدیہ (رشید یہ احمد گنگوہی) (6) فتاویٰ ارشادیہ (ارشاد حسین رامپوری)

(7) فتاویٰ محبوبیہ (احمد حسین خان امروہی) (8) فتاویٰ قادریہ (مولانا عبدالقادر)

(9) فتاویٰ عثمانی (مظہر الحق انصاری) (10) فتاویٰ عثمانی (سید منور الدین)

(11) مجموعہ آگرہ (نواب صدیق حسن خان) (12) فتاویٰ بے نظیر (عبدالغفار لکھنوی)

(13) فتاویٰ قاسمیہ (قاسم نانوتوی) (14) فتاویٰ نظامیہ (نظام الدین حنفی)

(15) فتاویٰ مظاہر العلوم (خلیل احمد سہارنپوری) (16) امداد الفتاویٰ (اشرف علی تھانوی)

(17) کفایت المفتی (کفایت اللہ دہلوی) (18) عزیز الفتاویٰ (عزیز الرحمٰن عثمانی)

(19) امداد الاحکام (ظفر احمد عثمانی) (20) فتاویٰ رحیمیہ (مفتی عبدالرحیم)

(21) فتاویٰ محمودیہ (محمود حسن گنگوہی) (22) کتاب الفتاویٰ (خالد سیف اللہ رحمانی)

(23) فتاویٰ عثمانی (تقی عثمانی) (24) نوادر الفقہ (رفیع عثمانی)

(25) فتاویٰ محمود (مفتی محمود) (26) خیر الفتاویٰ (خیر محمد جالندھری)

(27) فتاویٰ رضویہ (احمد رضا خان بریلوی) (28) فتاویٰ مہریہ (پیر مہر علی شاہ)

(29) فتاویٰ حامدیہ (حامد رضا خان) (30) فتاویٰ امجدیہ (امجد علی اعظمی)

(31) فتاویٰ اجملیہ (اجمل قادری رضوی) (32) فتاویٰ مظہری (مظہر اللہ دہلوی)

(33) ریاض الفتاویٰ (ریاض الحسن) (34) فتاویٰ نعیمیہ (احمد یار خان نعیمی)

(35) فتاویٰ نوریہ (نور اللہ بصیر پوری) (36) ضیاء الفتاویٰ (قاضی محمد ایوب)

(37) احسن الفتاویٰ (خلیل احمد برکاتی) (38) فتاویٰ امینیہ (محمد امین)

(39) فتاویٰ اویسیہ (فیض احمد اویسی) (40) فتاویٰ پاسبانی (مشتاق احمد نظامی)

ان کے علاوہ بھی بے شمار کتب فتاویٰ ہیں جو یا تو غیر مطبوعہ ہیں یا ایک ہی مرتبہ شائع ہوئے۔(39) یہ تمام فتاویٰ دراصل انیسویں اور بیسویں صدی کی علمی وفکری تحریکات، فسادات، مسلم معاشرت، سائنسی اور صنعتی انقلابات اور انگریزی ثقافت کے اثرات کا بہترین مطالعہ ہیں۔ان فتاویٰ میں برصغیر کے مناظرانہ ادب کا جائزہ بھی لیا جاسکتا ہے۔اس دور کے مجموعہ ہائے فتاویٰ کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فتاویٰ کا سنہری دور ہے۔

(1) دورحاضر کے فتاویٰ میں بھی اس دور کا رنگ غالب نظر آتا ہے۔

(2) قرآن وحدیث اور فقہی کتب کے ثانوی مآخذ سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

(3) عبارت بلا ترجمہ دی جاتی ہے جو مستفتی کے لیے قطعی اجنبی اور غیر مانوس ہوتی ہے۔

(4) جدید مسائل کے حوالے سے قطعی لاعلمی کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

(5) زبان اور اسلوب کے حوالے سے بھی قدیم فتاویٰ کی پیروی کی جاتی ہے۔

(6) اپنے خیالات کے مطابق فتویٰ دینے کی بجائے اپنے پیش رووں کے فتاویٰ پر زیادہ بھروسہ کیا جاتا ہے۔

عثمانی سلطنت کا زوال مغرب کے عسکری و سیاسی غلبے اور نوآبادیاتی دور کے آغاز کے ساتھ ہوا۔ اس دوران برصغیر اور دیگر کئی ممالک نوآبادیاتی نظام کے زیر تسلط آئے۔ سامراجی طاقتوں نے ان ممالک میں اپنے ملک کے قوانین پبلک لاء کے طور پر رائج کیے۔ تاہم ذاتی زندگی میں مسلمان پرسنل لاء کی پابندی کرتے رہے۔ اس طرح کم از کم عائلی زندگی کی حد تک ان کا تعلق اسلامی قانون سے قائم رہا۔ یہ کام اس دور کے مفتیان نے سرانجام دیا۔

بیسویں صدی کے نصف آخر میں نوآبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوا اور مسلم ممالک نے آزادی کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ملکی قوانین کا جائزہ لیں۔ اس حوالے سے درج ذیل ادارے وجود میں آئے۔

(1) اسلامی نظریاتی کونسل (پاکستان)

(2) ادارہ تحقیقات اسلامی (پاکستان)

(3) ہیئیہ کبار العلماء (سعودی عرب)

(4) المجمع الفقہ الاسلامی (سعودی عرب)

(5) اسلامک فقہ اکیڈمی (ہندوستان)

(6) ادارہ مباحث فقہیہ (ہندوستان)

(7) امارت شرعیہ پھلواری شریف (ہندوستان)

(8) مجمع البحوث الاسلامیہ (مصر)

(9) مجمع الفقہ الاسلامی (جنوبی امریکہ)

ان اداروں کے علاوہ بھی کئی دیگر ادارے اس پر کام کر رہے ہیں اور جدید مسائل کے حوالے سے ان کے اجتماعی فتاویٰ یعنی قراردادیں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ان اداروں کے باوجود نجی سطح کے فتاویٰ بھی اب دینی مدارس کے تحت لوگوں کی رہنمائی کر رہے ہیں جو عدالتی نظام میں کسی حد تک قابل قبول ہیں مگر عملی طور پر عدالتی نظام میں ان کا بہت زیادہ کردار نہیں ہے۔ اس کے باوجود لوگ ان نجی فتاویٰ پر بہت اعتماد کرتے ہیں۔

دور حاضر میں فتویٰ نویسی کے حوالے سے علماء کو کئی جدید چیلنجز کا سامنا ہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

**(1) عقائد وعبادات**

قادیانیت، رویئت ہلال، توہین رسالت کی سزا وغیرہ۔

**(2) طبی وسائنسی مسائل**

خاندانی منصوبہ بندی، اعضاء کی پیوندکاری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور کلوننگ، ایڈز سے متعلقہ احکام وغیرہ۔

**(3) قانون سازی**

ملکی قوانین کو اسلامی قانون سے ہم آہنگ کرنا مثلاً حدوداور قصاص ودیت کے مسائل۔

**(4) جدید ایجادات**

ٹی وی، انٹرنیٹ، کمپیوٹر اور دیگر جدید ایجادات کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا۔

**(5) اقتصادی مسائل**

انشورنس، اسٹاک ایکسچینج، کریڈٹ کارڈ، زکوٰۃ کی ادائیگی کا مسئلہ، سود اور بینکاری کی شرعی حیثیت کا تعین کرنا۔

**(6) عائلی زندگی**

عائلی زندگی سے متعلق احکام یعنی نکاح، طلاق، خلع اور وراثت کے مسائل وغیرہ۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں علماء اگرچہ آخر الذکر مسائل پر کسی حد تک کام کر رہے ہیں لیکن ان مسائل (پرسنل لاء) پر سامراجی تسلط کے دوران بھی کام ہو رہا تھا۔ پاکستان کی حد تک تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ عائلی زندگی کے علاوہ دیگر مسائل پر کوئی کام نہیں ہو رہا اور اگر ہو بھی رہا ہے تو وہ ایسا معیاری نہیں جسے ہم عدالتی قوانین کا حصہ بنا سکیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ عدالتی نظام سے ماوراء ہو کر دیے جانے والے نجی فتاویٰ کو قابل عمل بنا کر ملکی قوانین کا حصہ بنایا جائے۔

## حوالہ جات


(1) عبدالدائم جلالی، سید، لغات القرآن، ج5، ص38، دارالاشاعت کراچی، 1986ء

(2) شیخ حسین محمد ملاح، الفتویٰ نشاتہا وتطورھا، ج1، ص398، دارالفکر، دمشق۔

(3) بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح اللغات، ص618، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(4) فیروزالدین، فیروزاللغات، ص91، فیروزسنز لاہور۔

(5) مصباح اللغات، ص618۔

(6) الانبیاء:7

(7) الحجرات:6

(8) التوبہ:122

(9) النحل:44

(10) ابن صلاح، ادب المفتی والمستفتی، ص42، میر محمد کتب خانہ کراچی۔

(11) سعید فائزالدخیل، موسوعہ فقہ عائشہ ام المومنین، دارالنفائس، بیروت، 1989ء۔

(12) محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضرات فقہ، 493، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور۔

(13) کحالہ، عمر رضا، اعلام النساء فی عالم الادب والاسلام، موعۃ الرسالۃ، بیروت۔

(14) وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج1، ص49، دارالفکر، دمشق۔

(15) فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص996، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(16) النحل:44

(17) ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ)، مارچ 1998ء، ص86۔

(18) ملاحظہ ہو سیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفاء (مترجم)، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

(19) ملاحظہ ہو ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' عنوان ''فتاویٰ امام المتقین۔''

(20) یہ فتاویٰ 1907ء میں اردو ترجمہ کے ساتھ اعزازیہ کتب خانہ دیوبند نے شائع کیے۔

(21) الجوزی، ابن قیم، اعلام الموقعین، ج1، ص14، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ۔

(22) العانی محمد شفیق، الفقہ الاسلامی، ص6، مطبعہ البیان العربی، 1965ء۔

(23) ماہنامہ دارالعلوم (دیوبند)، جنوری 2012ء، ص8۔

(24) امینی، محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص43، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(25) محاضرات فقہ، ص223۔

(26) الخضری، محمد، تاریخ التشریع الاسلامی، ص32، قاہرہ 1965ء۔

(27) تاریخ التشریع الاسلامی، ص133۔

(28) صبحی محمصانی، اسلامی فلسفہ قانون کی جدید تشکیل، چراغ راہ (اسلامی قانون نمبر 1985ء)، ج 2، ص 38۔

(29) معارف (اعظم گڑھ)، دسمبر 1995ء ص 413

(30) طبقات المفسرین 170، ص 158

(31) معارف (اعظم گڑھ)، فروری 1998ء ص 90۔

(32) محاضرات فقہ، ص 521۔

(33) محاضرات فقہ، ص 521۔

(34) ایضاً، ص 530۔

(35) بزرگ بن شہریار، عجائب الہند، لیڈن، 1886ء۔

(36) سید نوشہ علی، مسلمانان ہند و پاکستان کی تاریخ تعلیم، ص 174، کراچی 1962ء

(37) معارف (اعظم گڑھ)، فروری 1998ء ص 94۔

(38) ایضاً، ص 95۔

(39) ان فتاویٰ پر ڈاکٹر حافظ غلام یوسف نے ''فکر و نظر'' (جلد: 39، شمارہ: 4۔ جلد: 40 شمارہ 1) اور ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس نے ''فکر و نظر'' (جلد: 44، شمارہ: 1) میں انتہائی جامع اور مفصل مضامین لکھے ہیں جن میں ان فتاویٰ کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔